

سمت بالکل درست ہے!

صاف نظر آ رہا ہے کہ مسلم لیگ ن کسی بھی صورت میں وفاقی اور پنجاب کی صوبائی اسمبلی کو چلنے نہیں دیگی۔ مسلم لیگ ن کا مطلب میرے نزدیک قطعاً کوئی سیاسی جماعت نہیں، بلکہ یہ ایک خاندان کا ہی دوسرا نام ہے۔ پچیس برس میں جس طرح اس خاندان نے سیاست کو کاروبار میں تبدیل کیا، جس طرح اپنے اردگرد ذاتی مفاد پرستوں کا مضبوط گروہ اکٹھا کیا، وہ برصغیر میں ایک انمول مثال ضرور ہے۔ مگر اس ادنیٰ خطے کی ادنیٰ روایات کے عین مطابق ہے۔ ان افراد کے نزدیک جمہوریت صرف مخصوص امر کا نام ہے۔ اپنا، ذاتی شخصی اقتدار، جس میں انکی مرضی کے بغیر کوئی سانس نہ لے سکے۔ کسی قسم کے تعصب کے بغیر پرکھائے تو یہ خاندان جس نظام کو "جمہور" کہتا ہے، دنیا میں اسے انتہائی بے فیض ڈکٹیٹر شپ کہا جاتا ہے۔ عجوبہ یہ ہے کہ یہ لوگ، کمال صفائی سے اپنے مالی معاملات کو جھوٹ کی زینیل میں چھپا کر "عوامی خدمت" کا کبوتر نکال کر لوگوں کو بیوقوف بنا رہے ہیں۔ ویسے یہ اپنے اس عمل میں مکمل تو نہیں مگر کافی حد تک کامیاب ہیں۔ یہی حال سندھ کا ہے۔ "آل زردار" اپنی خوفناک ترین مالی بے ضابطگیاں، اٹھارویں ترمیم کے دھواں میں چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ویسے معروضی طور پر یہ دونوں سیاسی بھائی خاندان ابھی تک ناکام ہو رہے ہیں۔ انکی کامیابی صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ تحریک انصاف کی حکومت انہیں سیاسی "واک اور" دے ڈالے۔ جسکی فی الحال کوئی توقع نظر نہیں آرہی۔

یہ بات بالکل سچ ہے کہ مسلم لیگ ن اور پیپلز پارٹی میں تمام لوگ کم فہم یا سوجھ بوجھ سے عاری نہیں ہیں۔ اس جماعت میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جنکا کرپشن سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ جو دس برس کی شخصی حکومت کے دسترخوان کے خوشہ چیں بھی نہیں ہیں۔ مگر مسئلہ یہ ہے کہ تمام لوگ، ایک خاندان کے سامنے جا کر سوائے خاموشی کے، کوئی اور زبان روا نہیں رکھ سکتے۔ جس نے ذرا سی بھی زبان کھولی، راندہ درگاہ گردانا گیا۔ "آل شریف" نے آج تک اپنے سیاسی مخالفوں کو نہیں بخشا۔ اگر کوئی ساتھی بھی معمولی سی نکتہ چینی کر بیٹھا تو اسکا معاملہ ہمیشہ کیلئے خراب ہو گیا۔ دو سال پہلے، ٹوبہ ٹیک سنگھ سے ایک مسلم لیگی ایم این اے پر عتاب شاہی کا نزول ہوا۔ جرم صرف یہ تھا کہ اس نے ظل الہی کو صرف یہ کہنے کا جرم کیا تھا کہ اگر آپ لیگی ایم این اے صاحبان سے رابطے میں رہتے، تو آج سیاسی مسائل اتنے بڑھ نہ جاتے۔ اسکے بعد پنجاب اور وفاق کے تمام سرکاری دفاتر کے دروازے اس ایم این اے پر بند کر دیے گئے۔ آپ، کسی بھی غیر جانبدار حوالے سے اس "شاہی حکم" کی تصدیق فرما سکتے ہیں۔ ان لوگوں نے پچیس سال، پنجاب کے صوبے اور دس سے بارہ سال، وفاق کو بالکل ایک راج واڑے کی طرح چلایا ہے۔

تمہید کو رہنے دیجئے۔ گزشتہ چار ماہ میں قومی اسمبلی میں محترم شہباز شریف کی تقاریر پر غور فرمائیے۔ یہ بات درست ہے کہ اپوزیشن کا جمہوری حق ہے کہ لیڈر آف اپوزیشن انکا ہونا چاہیے۔ مگر کیا یہ دیکھنا بھی ضروری نہیں ہے کہ "لیڈر آف اپوزیشن" اس عہدہ کی آڑ میں اپنے آپکو احتساب سے بچانے کیلئے کوشاں تو نہیں ہیں۔ بد قسمتی یہ ہے کہ شہباز شریف نے قومی اسمبلی میں گھنٹوں اپنے آپکو بے گناہ ثابت کرنے کیلئے دھواں دھار تقاریر کیں۔ کیا واقعی یہ ایک انتہائی ذمہ دار عہدے کا جائز استعمال ہے؟ اسکے بعد، پروڈکشن آرڈر کو پیہم جاری

کروانا، صرف ایک حربہ ہے کہ کسی بھی طرح عقوبت خانے یعنی جیل میں رہنے سے گریز کیا جائے۔ خیراب تو یہ معاملہ ہی قصہ پارینا ہو چکا۔ اسلیے کہ موصوف، منسٹرز کالونی میں ایک سرکاری محل میں قیام پذیر ہیں۔ برادر خورد کی چکی عادت ہے کہ اپنے کسی معاملہ پر ہلکی سی تنقید بھی برداشت نہیں کرتے۔ ایک دن، قومی اسمبلی میں، اپنے ارشادات فرمانے کے بعد، جب کسی حکومتی رکن نے انکے نکات کا جواب دینا چاہا۔ تو فوراً اسمبلی سے اس وجہ سے باہر چلے گئے کہ کسی نے پیچھے سے ان پر کوئی جملہ کسا ہے۔ سپیکر نے جب علی العلان کہا کہ کسی نے بھی کوئی ہلکی سی بات بھی نہیں کی، تب بھی موصوف واپس نہیں آئے۔ بلکہ ایک ایسے واقعہ پر ناراضگی کا اظہار کرتے رہے جو ہوا ہی نہیں تھا۔ یعنی اگر وہ حکومت کے متعلق ہر منفی بات کریں، تو وہ بالکل درست۔ مگر کوئی حکومتی رکن، جواب دینا چاہے تو وہ بالکل غلط۔ یہ شخصی رویہ، قطعاً قطعاً جمہوری نہیں ہے۔ مگر ان لوگوں سے اعلیٰ جمہوری روایات کی توقع رکھنا بذات خود ایک بے معنی بلکہ لایعنی سی بات ہے۔ اسکے مقابل، پیپلز پارٹی کا رویہ کافی بہتر اور منجھا ہوا ہے۔

آپ کی توجہ، قومی اسمبلی کے حالیہ بجٹ سیشن کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں۔ سپیکر نے اس اہم ترین اجلاس سے پہلے "کوڈ آف کنڈکٹ" متعین کیا تھا۔ اس میں تمام سیاسی جماعتوں کی مشاورت شامل تھی۔ یہ اجلاس مالیاتی امور پر حد درجہ اہم بحث کیلئے بلایا گیا تھا۔ "لیڈر آف اپوزیشن" نے بذات خود کوڈ آف کنڈکٹ کو پامال کر کے، ساہیوال کے سانحہ پرتقریر فرمادی۔ اس میں انہوں نے کوشش کی کہ "ماڈل ٹاؤن" واقعہ پر اپنی اعلیٰ کارکردگی کی مثال دے سکیں۔ مگر صاحبان، ماڈل ٹاؤن کا سانحہ تو ہوا ہی انکے حکم پر تھا۔ فلور آف دی ہاؤس پر وہ ایسی باتیں کرتے رہے، جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ پھر وہی ہوا، جو نہیں ہونا چاہیے تھا۔ حکومتی وزیر نے بھی انکی باتوں کا جواب دیا۔ مگر بنیادی نکتہ یہ ہے کہ اس وقت، یہ بات کرنا ہرگز ہرگز مناسب نہیں تھا۔ ہاں، ایک اور وجہ بھی تھی۔ سانحہ ساہیوال پر قومی اسمبلی پر ڈپٹی اور تقاریر اس اجلاس سے پہلے بھی ہوتی رہیں اور بعد میں بھی۔ انصاف کی بات ہے، کہ ماڈل ٹاؤن کے ہولناک واقعہ کو اس فورم میں اس طرح پیش کرنا کہ صرف اور صرف ذاتی صفائی دی جاسکے، مناسب نہیں تھا۔ مگر شہباز شریف کا دعویٰ ہے کہ وہ کبھی غلطی نہیں کرتے۔ وہ ہمیشہ میرٹ پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ عقل گل ہیں۔ انکار وہی مثالی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ چند خوشامدی انکی باتیں تسلیم کر لیں۔ مگر ہر باخبر انسان کو معلوم ہے کہ اصل معاملات کیا ہیں۔ کیا وہ کسی جگہ بھی ذکر کرتے ہیں، کہ انکا بیٹا اور داماد، پاکستان سے کیوں باہر چلے گئے ہیں۔ کیا واقعی انہوں نے، محترم شہباز شریف کی وزارت اعلیٰ کا کوئی مالی فائدہ نہیں اٹھایا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ لاہور کی حد تک تمام انتظامی اختیارات انکے صاحبزادے کے پاس تھے۔ وفاقی وزراء اور دیگر اہم ترین لیڈر بھی انکی خوشامد کرنے میں عافیت سمجھتے تھے۔ آج یہ کہا جا رہا ہے کہ انکا دور سو فیصد جمہوری تھا۔ خیراب یہ تمام بحث بے معنی سی لگتی ہے۔

جمہوریت جس ملک سے ہماری طرف روانہ ہوئی، وہ انگلستان ہے۔ ڈھائی تین ہزار برس سے برصغیر میں انسانی حقوق یا مساوات کا ہلکا سا سایہ تک نہیں تھا۔ ہاؤس آف کامنز وہ جگہ ہے جس سے ہم کسی بھی جمہوری قدر کو پرکھ سکتے ہیں۔ کیا لندن میں یہ ممکن ہے کہ ایک شخص پر کھربوں کی چوری کا الزام ہو، جس پر قتل تک الزامات ہوں، جسکی بیرون ملک جائیداد ہو۔ اور وہ لیڈر آف دی اپوزیشن ہو۔ کیا مغربی جمہوریت میں اتنے بڑے تضاد کا تصور تک کیا جاسکتا ہے۔ وہاں تو معمولی سی خبر آنے پر وزیر اعظم اور وزراء استعفیٰ

دیکر گھر چلے جاتے ہیں۔ قوم سے معافیاں مانگتے ہیں۔ ہاؤس آف کامنز کے کئی ممبران صرف ٹی اے، ڈی اے میں زیادہ پیسے لینے پر استعفیٰ دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ انہیں کسی نے استعفیٰ دینے کیلئے نہیں کہا۔ جیسے ہی انہیں احساس ہوا کہ ان سے معمولی سی بے ضابطگی ہوئی ہے، وہ سیاسی میدان سے خود باہر نکل گئے۔ سیاست کو خیر باد کہہ ڈالا۔ ہمارے ہاں، جمہوریت کا نام تو لیا جاتا ہے۔ مگر اسکی روح اور جوہری خوبیوں سے بھرپور پرہیز کیا جاتا ہے۔

پرکھنے کی بات یہ بھی ہے کہ ن لیگ اور پیپلز پارٹی کے اکابرین میں اتنا اضطراب کیوں ہے۔ بلکہ اب تو یہ صورتحال اشتعال کی سی ہے۔ قائدین اور انکے حواری اتنے بے چین کیوں ہیں۔ یہ نکتہ ہی اصل نکتہ ہے۔ اسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ نواز شریف اور انکی ٹیم کو اپنے دور حکومت میں اندازہ ہو گیا تھا کہ اگلی حکومت سازی میں وہ ناکام رہینگے۔ لہذا انہوں نے مختلف عجیب و غریب کام کیے۔ سب سے پہلے، دانستہ طور پر اتنی مشکل شرائط پر بھاری قرضہ حاصل کیا، جسکی مثال نہیں ملتی۔ انہیں معلوم تھا کہ کوئی بھی یہ قرضہ واپس نہیں کر سکتا۔ اگلی حکومت قرضہ واپس کرتے کرتے دیوالیہ ہو جائیگی۔ یہ حکمتِ عملی سوچی سمجھی تھی۔ اسحق ڈار، ورلڈ بینک کی ہر سخت ترین شرط مان کر واپس آ جاتے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ آنے والی حکومت کا ناکام بنانے کی یہ بہترین سٹریٹیجی ہے۔ اسکے علاوہ انہوں نے دانستہ طور پر ایسے مہیب ترین ترقیاتی منصوبے شروع کیے جنکا کوئی جواز نہیں تھا۔ کمیشن وغیرہ کے معاملات تو تھے ہی، مگر سابقہ حکمرانوں کو اندازہ تھا کہ مستقبل کی حکومت ان منصوبوں کو مکمل کرنے پر مجبور ہوگی۔ انہیں اُدھورا چھوڑنے سے سارا سرمایہ ضائع ہو جائیگا۔ اور نچ ٹرین اسکی ایک بھرپور مثال ہے۔ اس پراجیکٹ سے نہ جان چھڑوا سکتے ہیں نہ اسے مکمل کروا سکتے ہیں۔ میٹرو بس کی سبسڈی اسکی دوسری مثال ہے۔ یہی صورتحال کونکے سے بجلی بنانے والے کارخانوں کی ہے۔ پوری دنیا ان کارخانوں کو بند کر رہی ہے۔ جرمنی کی حکومت نے تو اعلان کر دیا ہے کہ کونکے سے بجلی پیدا کرنے والے کارخانے، اگلے دس سال میں بند کر دیے جائینگے۔ مگر ہمارے سر پر، ساہیوال پلانٹ لا دیا گیا۔ سینکڑوں ایکڑ بہترین زرع اراضی برباد ہوگئی۔ ماحولیاتی نقصان اسکے علاوہ ہوا۔ مگر پانی کے ڈیم بنانے پر کوئی توجہ نہ دی گئی۔ جس سے سستی اور صاف بجلی پیدا کی جاسکتی تھی۔ تحریک انصاف کی حکومت آہستہ آہستہ معاملات کو سمجھ رہی ہے۔ عمران خان اپنی بساط سے بڑھ کر کام کر رہا ہے۔ پوری دنیا میں ہمارے ملک کی ساکھ بہتر ہو رہی ہے۔ یہ بات بھی درست ہے کہ تحریک انصاف کی حکومت، فیصلہ سازی میں اتنی مستعد نہیں ہے، جسکی توقع تھی۔ انہیں بھرپور طریقے سے اُمور حکومت سیکھنے کی ضرورت ہے۔ تمام ترکواتا ہیوں کے باوجود عمران خان کی سمت درست ہے۔ اسکی حکومت کا مذاق اڑانے سے پہلے فوراً ان سیاسی خاندانوں کے تیس پچیس سالوں کی حکومتوں کا تنقیدی جائزہ لینا ضروری ہے۔ یہ تو اپنے دور اقتدار میں ملک کی کوئی سمت کا تعین نہیں کر پائے۔ ابھی تو اس حکومت کو صرف پانچ ماہ ہوئے ہیں اور بہتری کے آثار، سب کے سامنے ہیں۔ صاحبان! اس حکومت کو وقت دیجئے۔ معاملات بہتر ہو جائینگے۔

راؤ منظر حیات